جہات الإسلام
JIHĀT-UL-ISLĀM
RESEARCH JOURNAL
HEC Recognized Journal (Y Category)
Faculty of Islamic Studies
University of the Punjab, Lahore
p-ISSN: 1998-4472
e-ISSN: 2521-425X
OPEN ACCESS HJRS
Email: jihat.is@pu.edu.pk

مِثل و تمثیل: لغوی اساس، اصطلاحی تناظر اور قرآنی استعمال کا تحقیقی جائزہ

Mithl and Tamthīl: A Research Review of Their Lexical Foundation, Terminological Context, and Qur'anic Usage

1. Shazia Manzoor (Corresponding Author)
Lecturer, Islamic Studies Department, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: Shaziamanzoor978@gmail.com

HOW TO CITE THIS ARTICLE *

Manzoor, Shazia. "Mithl and Tamthīl: A Research Review of Their Lexical Foundation, Terminological Context, and Qur'anic Usage" *Jihāt-ul-Islām Research Journal*, Vol. 19, Issue 03 (Jan –Jun 2026), 30-55.

Abstract

This study examines the linguistic and rhetorical relationship between the Arabic terms mithl and mathal in classical Arabic scholarship and Qurʾānic discourse. Both originate from the triliteral root (m-th-l), reflecting the core idea of resemblance and a shared semantic foundation. However, their usage differs according to context and rhetorical purpose. While mithl primarily conveys equality, similarity, or direct correspondence, mathal functions more broadly to express description, condition, parable, exemplification, and figurative representation. Drawing on classical lexicographical and rhetorical sources, the study argues that these distinctions result from contextual application and the historical development of terminology rather than semantic contradiction. An analysis of Qurʾānic usage demonstrates that meaning is determined by context,

*Received: 10 Oct 2025; Revised: 14 Nov 2025; Accepted: 20 Jan 2026; Published online: 22 Mar 2026

INDEXED / ABSTRACTED PUBLICATION & ETHICS STATEMENT BY
IRI Islamic Research Index
AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER
RESEARCHBIB ACADEMIC RESOURCE INDEX
اردو اشاریہ جرائد
Copyright © The Author(s). No conflict. CC BY 4.0 license.
Faculty of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

with mathal serving as a powerful rhetorical device for symbolic and didactic expression, whereas mithl consistently denotes equivalence or parity. The study concludes that the two terms share a common semantic origin but differ in rhetorical scope and function, representing contextual differentiation within an underlying semantic unity rather than genuine opposition.
Keywords: *Mithl, Mathal, Tamthil, Arabic Lexicography, Qur'anic Rhetoric, Figurative Language, Terminological Analysis*

تعارف موضوع

تمثیل کے مادہ اصلیہ کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ لفظ مِثْلٌ کی جمع اَمثال ہے اور اس کا معنی شِبْہ، شِبِیہ کے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے لیے کَمِثْلِ کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ بِالْمِثْلِ سے مراد "**بِالطریقةِ نفسِها**" یعنی "اسی طرح یا ایسے ہی لیا جاتا ہے"۔ پھر "**لم یُسبِقْ الی مِثْلِه**" یعنی "اس کی مثال پہلے سے موجود نہیں ہے"، "**عامَلَ بِالمِثْلِ**"، ادلے کا بدلہ کرنا یا بدل کرنے کے ہیں۔ اصل لفظ مِثْلٌ ہے جو کہ فِعْلٌ کا وزن ہے اور یہ مصدر ہونے کی وجہ سے اسم بھی ہے۔ اس کے بعد اسی سے سارے اوزان بنتے ہیں۔ جب اسماء کے اوزان دیکھے جائیں گے تو ایک ہی اسم کئی کئی اوزان پر اپنی عبارتوں کی مناسبت اور اپنے تقاضوں کی وجہ سے آتا ہے۔ فرض کریں کہ ایک آدمی کی شرافت بیان کرنا مقصود ہو تو اس کی شرافت بیان کرنے کے لیے اگرچہ عربی زبان میں بہت سے الفاظ ہیں لیکن اس کو شریفٌ کے وزن پر لایا جائے گا۔ شریفٌ در اصل صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے جو اس کی شرافت کے ایک عام درجے سے بڑھا کر بتایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح فِعْلٌ کچھ اضافی معنی کے لیے اصل وزن ہے۔ کچھ اضافی تقاضوں کی بنیاد پر اس کو اسم کے جو دیگر اوزان ہیں اس پر منطبق کیا جاتا ہے تو اُسی غرض کی وجہ سے فِعْلٌ کا وزن فَعالٌ، فاعِلٌ وغیرہ بن گیا اور پھر اہلِ عرب میں مِثْلٌ کی بجائے مَثَلٌ معروف ہو گیا۔ اب مِثْلٌ اور مَثَلٌ دونوں اصل ہو گئے ہیں اور باقی سب الفاظ انہیں دونوں سے ماخوذ ہیں۔ نیز اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے اپنے معنیٰ کو متعین کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ یا ان سے آگے جو ان سے ماخوذ ہیں وہ مختلف سیاق و سباق ہونے کی وجہ سے مختلف معنیٰ کے حامل ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی موقع پر یہ لفظ ایک دو یا تین جگہ پر آتا ہے لیکن ہر مقام پر اس کا مفہوم مختلف ہے مگر ایک چیز سب میں یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس کے جو بھی معنیٰ بنائے گئے ہیں اگر وہ اپنے مادہ کے اعتبار سے دیکھے جائیں یا ان کا بنیادی معنیٰ کشید کر لیا جائے تو وہ وہی معنیٰ بنتا ہے جو اس کی لغوی بحث میں یعنی مشابہت اور مماثلت کیا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ اسی معنیٰ کی جدید صورت ہو گی۔

اسی طرح کلمہ مِثْل اور مَثَل کے اصطلاحی معنیٰ میں کوئی فرق نہیں دونوں سے مراد مشابہت کے ہیں نہ کہ مثال کے ہیں۔ البتہ بعض ائمہ کے ہاں کلمہ مِثْل اور مَثَل کے لغوی مفہوم میں فرق پایا جاتا ہے جیسا کہ لفظ "**ھٰذا مِثْلُهٗ**" یعنی "یہ اس کی مِثْلٌ ہے" اور "**ھٰذا مَثَلَهٗ**"، "یہ اس جیسا ہے" تو یہ دونوں در اصل شِبْہٌ اور شَبَہٌ کے وزن پر ہیں۔ ان دونوں کے لیے یہ جملہ کہنا کہ "یہ اس کی مثال ہے"، درست نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ چونکہ مثال جز پر بولا جاتا ہے جزئی پر نہیں اور مِثْل یا مَثَل ان دونوں کا

تعلق جزئی کے ساتھ ہے جیسا کہ نظیر کا تعلق بھی جزئی سے ہوتا ہے۔اس لیے مِثْلٌ یا مَثَلٌ یا نظیرٌ ان تینوں کا مفہوم عمومی طور پر ایک ہی ہے اگرچہ بعض جگہوں پر مَثَلٌ، مِثَالٌ کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً" اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ [1] ۔یہاں" مَثَلًا "لفظ مِثال کے معنوں میں ہے اور مَثَلٌ کو مثال کے معنی میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چونکہ وصف کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور وصف شے کی جزئی نہیں ہوتی جز ہوتا ہے۔

اہلِ عرب کا بنیادی لفظ مِثْل سے متعلق اندازِ بیان

چنانچہ اہلِ عرب نے جب مِثْلٌ بمعنیٰ نظیرٌ لیا تو کہیں پر مِثْلٌ "نظیر فی الوصف" کا تقاضا بنا۔یعنی ان کے نزدیک نظیر ہمیں ایسی لینی ہے جو وصف میں نظیر ہو کیونکہ نظیر عام طور پر پوری ہوتی ہے۔کسی شے کی مکمل کاپی یا شے جیسی شے کہلاتی ہے۔پھر اہلِ عرب کو ضرورت پڑی کہ کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن میں ہم کسی خاص وصف میں نظیر بنانا چاہتے ہیں اُس خاص وصف میں نظیر کی وجہ سے ہم نے مِثْلٌ کو مَثَلٌ یعنی فَعَلٌ کے وزن پر ذکر کر دیا۔اس کے بعد وصف کے اندر مبالغہ پیدا کرنا کہ ایک ایسی نظیر ہو جو فی الوصف بھی ہو اور اُس میں مبالغہ بھی ہو۔یعنی نظیر فی الوصف المبالغۃ ہو۔گویا کہ اس کا مقصد دراصل وصف میں نظیر لانے کے ساتھ ساتھ اس میں مبالغہ پیدا کرنا ہے تو اس کے لئے فَعِیلٌ کا وزن لیا گیا اور اسی سے مِثِیلٌ کا لفظ بولا گیا ہے۔

اصل مِثْلٌ کے لیے نظیر کا معنی تھا پھر اس کی مناسبت سے اسم کے اور اوزان پر اس لفظ کو کچھ اضافی فائدے لینے کے لیے یا کچھ اضافی چیزیں جمع کرنے کے لیے لایا گیا۔چنانچہ اہلِ عرب نے فَعَلٌ، فِعْلٌ اور فعِیلٌ بھی پڑھا اور اس طرح سے اور بہت سے وزن نکال لئے گئے۔لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ دونوں مِثْلٌ اور مَثَلٌ ایک ہی چیز ہیں چونکہ مِثْلٌ کا استعمال بہت کم مقامات پر ہوتا ہے اس لیے ہم عام طور پر اس کو ذکر نہیں کرتے لیکن اصولی طور پر یہ بھی اسی کے ساتھ ہے۔البتہ اگر عباراتی کام کیا جائے یا کلام میں استعمال کیا جائے گا تب اس فرق کو شمار کیا جائے گا کہ یہاں پر مَثَل لایا جائے یا مِثْل تاکہ وہ خیال جو متکلم کے ذھن میں ہے وہ مخاطب کے ذھن میں چلا جائے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔جیسا کہ حروفِ تہجی میں الف، باء، تاء وغیرہ کہا جاتا ہے ان کا بذاتِ خود تو کوئی معنیٰ نہیں ہے یہ سب بے معنی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اپنی ایک ذاتی حیثیت مختص ہے جیسا کہ جب باء کو کلام میں لایا جائے گا یعنی "مَرَرْتُ بِزَیدٍ" تو معنیٰ ہو گا کہ "زید کے ساتھ گزرا"۔اسی طرح "کتبتُ بالقلمِ"، "میں نے قلم کے ساتھ لکھا" یہاں باء معیت کا معنیٰ دے رہا ہے اور علیٰ کا بھی کوئی معنیٰ نہیں ہے یعنی عین اور لام کا بظاہر کوئی معنیٰ نہیں ہے لیکن جب اس عین اور لام کو کلام میں لایا جائے گا تو اس کا معنیٰ فوقیت، عینیت اور کہیں پر جگہ وغیرہ کا بھی بن جائے گا۔لہذا کلام میں جب چیزیں استعمال ہوتی ہیں تو ان کو کلام کے اعتبار سے جانچا جاتا ہے۔

اہلِ لغت کے نزدیک مِثْل و مَثَل کا لغوی مفہوم

مِثْل بطورِ صفت و کیفیت اور مَثَل بطورِ مثال

لغوی بحث میں چیز کو اس کی انفرادی حیثیت سے جانچا جاتا ہے۔ پس مِثْل اور مَثَل کا لغوی معنیٰ نظیر ہے لیکن جب یہ کلام میں استعمال ہوں گے تو کلام کے اعتبار سے ان کا معنی طے ہو جائے گا کہ یہاں ذات مراد ہے یا صفات مراد ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ کوئی بھی صفتِ واحدہ ہے یا ذات مع الصفات مراد ہے۔

علامہ ابو النصر اسماعیل بن حماد الجوہری م 393ھ نے اپنی کتاب میں اس بارے میں یوں تصریح کی ہے کہ

"مَثَلٌ مایُضْرَبُ بہ مِنَ الأمثَال. و مثل الشیٔ أیضا: صفتہ"۔[2]

"مَثَل وہ شے ہوتی ہے کہ جس کے ذریعے کسی دوسری شے کی مثال (یا عبرت) بیان کی جاتی ہے اور اسی طرح مِثْل کسی چیز کی صفت یا کیفیت کو کہا جاتا ہے"۔

مَثَل کو مثال بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ مَثَل سے پہلے والا اور مَثَل کے بعد والا ایک دوسرے کی مثال ہو گئے ۔یعنی جب یہ ایک دوسرے کی مثال ہو گئے یا وصف میں نظیر ہو گئے تو نظیر ہونے کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے کی مِثْل بھی بن گئے۔ گویا کہ یہ مَثَل طے ہوتے ہیں پھر مَثَل سے مِثْل بھی کہلا دئے جاتے ہیں۔

مِثْل اور مَثَل بطورِ مشابہت (مماثلت) اور مساوات

مِثْل کے لغوی معنیٰ کے متعلق علامہ ابن ِ منظور م 711ھ کی رائے یہ ہے کہ

" مثل: مِثْل کلمة تسویة ، یقال ھذامِثْلُه و مَثَلُه کما یقال شِبْهُه و شَبَهَهُ ۔۔ فاذا قِیل إنَّه مِثْلُهُ علی الإطلاق أی یسدُّ سَدَّه"۔[3]

" بے شک مِثْل یہ ایک کلمہ تسویہ ہے یعنی برابری بیان کرنے والا کلمہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ھٰذا مِثْلُهُ و مَثَلُهُ"، "یہ اس کی مِثْل ہے یا یہ اس جیسا ہے"۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "شِبْهُه و شَبَهَهُ" پس جب یہ مطلقاً کہا جائے "اِنَّهُ مِثْلُهُ" تو اس سے مراد یہ ہے کہ "وہ اس کے قائم مقام ہے"۔

گویا کہ ان کے نزدیک لغوی اعتبار سے مِثْل اور مَثَل بنیادی طور پر ایک ہی مفہوم (شَبَہ اور تسویہ) کے لئے بولے جاتے ہیں اور ان میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ جہاں تک لغوی اشتراک کی بات ہے تو مِثْل اور مَثَل بالکل ویسے ہی مترادف ہیں جیسے شِبْہ اور شَبَہ ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے جو فرق واضح کیا ہے وہ خود لفظ مِثْل اور مَثَل کے درمیان ذاتی فرق نہیں ہے بلکہ یہ فرق مماثلت (مثل ہونا) اور (مساوات) کے درمیانی نسبت کا ہے یا پھر اس کا اطلاق مطلق اور مقید ہونے پر منحصر

ہے۔ مطلق استعمال جب کہا جائے "وہ مطلقاً اس کا مِثْل ہے" تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی جگہ پوری طرح پر کرنے والا اور سدِّ مسد ہے۔ مقیّد استعمال سے مراد ہے کہ جب کسی خاص صفت کے ساتھ مِثْل بولا جائے "**مثلاً مثلہ فی کذا**" تو وہ صرف ایک جہت میں برابر ہوتا ہے نہ کہ ہر لحاظ سے۔ خلاصہ یہ کہ مِثْل اور مَثَل مفہوم و لغت کے اعتبار سے ایک ہی بات اور ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہیں۔

مِثْل اور مَثَل بمعنی مشابہت اور مثال

اس بات کو مقالہ نگار سمیرا عدلی محمد رزق نے مِثْل اور مَثَل کے لغوی مفہوم کے تحت اس طرح نقل کیا ہے کہ

"**والمِثْلُ: الشِّبْهُ يُقَالُ مِثْلُ ومَثَلُ وشِبْهُ وشَبَهُ۔ والمَثَلُ: الشيء الذي يُضْرَبُ لشيء مَثَلاً فيجعَلَهُ مِثْلَهُ**"۔[4]

مِثْل کا معنیٰ شِبْہ ہے (یہ تعریف العام بالخاص ہے)۔ مِثْل اور مَثَل کے مشابہ الفاظ شِبْہ اور شَبَہ ہیں اور مَثَل وہ شے ہوتی ہے جو کہ کسی شے کے لیے مثال بنتی ہے کہ خود مَثَل والی چیز اور وہ جو کسی چیز والی چیز ہوتی ہے یہ دونوں وصف میں نظیر ہو کر ایک دوسرے کی مثال بنتے ہیں جیسا کہ "**علی مَثَلُ زیدٍ**"، "علی شجاعت میں زید کی مثال ہے"۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں طرف سے مثال بن رہا ہے کہ علی زید جیسا ہے اور زید علی جیسا ہے یعنی مَثَل پر جو شے ہوتی ہے وہ کسی اور شے کے لیے مثال بنتی ہے۔ گویا کہ دونوں وصف میں ایک دوسرے کے نظیر بن رہے ہوتے ہیں۔

سیاق وسباق کے اعتبار سے لفظِ مَثَل کی معنوی وسعت

جہاں تک لفظ مَثَل کی لغوی بحث کا تعلق ہے تو اس کی جمع بھی اَمثال ہے اور اس کے لیے عربی میں شاھد کا لفظ آیا ہے۔ علماء کرام نے مَثَل کے کئی معنیٰ ذکر کئے ہیں جیسا کہ ظاہر کرنا، نمودار ہونا، پیش ہونا، کسی کا کسی سے مشابہ ہونا، مَثَلِ سائر، قولِ مأثور، پر مغز مقولہ، کہاوت، حکایت، عبرت۔ اس سے جب "**مثلاً: علی سبیل المِثال**" بولا جاتا ہے تو مراد ہے کہ مثلاً بطور مثال۔ اسی طرح مَثَلِ اعلیٰ اور مثلِ اَسْمیٰ ہے جس سے مراد کسی خصوصیت کا اعلیٰ نمونہ کے ہیں۔ پھر جب "**مَثَلَ یُحْتَذَی**" کہا جائے تو اس کا معنی لائقِ تقلید یا نقل کے قابل مثال وغیرہ کے ہیں۔ ان میں سے بعض اس کے معنیٰ اصلیہ ہیں جب کہ بعض ان میں سے استعمال ہونے کے اعتبار سے معروف ہیں۔ مثلاً اصل معنیٰ میں **الشِبْہْ**، نظیر، مِثَال، نمونہ ہیں جبکہ استعمالی معنیٰ میں

،وصف، آیت ، عبرت ، حکمۃ،قصّہ،الحدیثُ نفْسَہُ (ذاتی معنیٰ)،نَمُوْذَجْ، مدح وثناء کے لیے،عذاب اور انتصاب وغیرہ کے ہیں۔

ان کے علاوہ مقالہ نگار شعیب بن احمد بن محمد الغزالی نے بھی اپنے مقالہ کے حوالے سے لفظِ مَثَل کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ لفظ حالتِ عجیبہ ، کسی حالت کی مثال بیان کرنے کے لیے ہے اور مَثَل اس حالت کے معنیٰ میں بھی آیا ہے جو اپنے صاحب کی مثال بیان کرتی ہے۔ نیز مَثَل شانِ اَتَمْ (مکمل حالت)، قصہ اور عبرت وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔[5]

مختصر یہ کہ مفہوم کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق نہیں پایا گیا البتہ عبارات میں استعمال کے حوالے سے مَثَل کا فرق نمایاں ہے۔

فنِ بلاغت ولسانیات کی رو سے مِثْل اور مَثَل کا اصطلاحی مفہوم

مِثْل بطورِ نظیر ومشابہت اور مَثَل بطورِ مثال

اس ضمن میں علامہ ابن منظور نے "لسان العرب" میں یہ بیان کیا ہے کہ

"والمِثْل: الشِّبْه. يُقَالُ: مِثْل ومَثَل وشِبْه وشَبَه بِمَعْنًى وَاحِدٍ ۔۔۔والمَثَلُ: الشَّيْءُ الَّذِي يُضرَب لِشَيْءٍ مِثْلًا فَيَجْعَلُ مِثْلَه"۔[6]

"وَالمِثْلُ الشَبَه جیسا کہ مِثْلُ و مَثَلُ، شِبْهُ وشَبَهُ کہا جاتا ہے۔ المَثَل وہ چیز ہوتی ہے جس کو کسی چیز کے لیے مثال بنایا جاتا ہے۔ یہ اُس کی مِثْل بن جاتی ہے"۔

گویا جب بھی کسی چیز کی تمثیل بیان کرنا مقصود ہوتی ہے تو اس میں جو بنیادی چیز ہوتی ہے وہ ممثل لہ ہے اور اس کو مَثَل بھی کہا جا سکتا ہے۔ علامہ حسن المصطفویؒ نے "التحقيق في كلمات القرآن الكريم" میں نقل کیا ہے کہ

"مِثْلُ: أصل صحيح يدلّ على مناظرة الشيء للشيء، وهذا مثل هذا، أي نظيره"۔[7]

مِثْل کی حقیقت یہ ہے کہ یہ "مناظرة الشيء للشيء" پر دلالت کرتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے تناظر میں دیکھنا جیسا کہ "هٰذا مثل هٰذا" سے مراد "اى نظيره" ہے یعنی یہ چیز اس کی نظیر ہے۔

مِثْل بطور صفاتِ اصلیہ میں مماثلت اور مَثَل بطور واقعہ، ضرب المثل، قول ووصف

ایک اور مقام پر مِثْل کے بارے میں علامہ حسن المصطفویؒ نے یہ تحریر کیا ہے کہ

"والمِثل: شباهة في صفات أصيلة ممتازة"۔[8]

"صفاتِ اصلیہ ممتازہ (بامقصد منفرد اصلی صفات) ہیں جن سے ذات کا وجود اور بقاء قائم ہوتی ہے۔ ان صفات میں مشابہت مِثْل کہلاتی ہے"۔

دوسرے لفظوں میں مِثْل یعنی مماثلت سے مراد ایسی شباہت یا ہم رنگی ہے جو بنیادی اور ممتاز صفات میں پائی جائے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مِثْل کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کی مِثْل (جیسا / برابر) صرف اسی وقت کہا جائے گا جب ان دونوں کے درمیان محض سطحی یا عارضی مماثلت نہ ہو بلکہ وہ اپنی اصل حقیقت میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔

جہاں تک لفظ مَثَل کے اصطلاحی مفہوم کی بحث ہے تو علامہ جوہری کی رائے یہ ہے کہ

"**والمثَل: مايُضرب به من الأمثال. ومثل الشيء أيضا: صفته**"۔[9]

"اور مَثَل سے مراد وہ حکمت آمیز کلام یا واقعہ ہے جسے تمثیل یا کہاوت کے طور پر بیان کیا جائے اور "**مَثَل الشَیء**" سے مراد اس چیز کی صفت ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن حسن حبنکۃ المیدانی اور مقالہ نگار عید جمال الدین ملبنغ جنغ نے اس بارے میں یوں واضح کیا ہے کہ

"**والمِثل في الأصل اللغوي يعني الشبه فهو تشبيه شيء بشيء آخر لوجود عنصر تشابه أو تماثل بينهما، أو لوجود أكثر من عنصر تشابه ، ولكن لفظ المثل أوسع من لفظ التشبيه، حيث أورد العلماء العديد من معاني المثل**"۔[10]

"مِثْل اصلاً لغت میں شِبْہ کے معنی میں ہوتا ہے جو کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینا ہے کسی ایسے عنصر کی وجہ سے جو ان دونوں میں مشابہ ہو یا مماثل ہو۔ یا پھر کسی ایسے عنصر کی وجہ سے تشبیہ دی جاتی ہے جو مشابہ عنصر سے زائد ہو لیکن لفظِ مَثَل تشبیہ کے لفظ سے زیادہ وسیع ہے۔ علماء نے مَثَل کے کئی معنی بیان کئے ہیں"۔

یہ جمع أَمْثِلَةُ اور مُثُل کے وزن پر بھی آتی ہے اور مُثُل وہ عبارات ہیں جن سے اَمثال بیان کی جاتی ہیں۔

علم الأدب کی رو سے بعض نے مَثَل سے مراد ضرب المثل لیا ہے جیسا کہ الدکتور محمد سلیمان عبداللہ الأشقر نے یہ بیان ہے کہ

"**المَثَل هو القول السائر المُشبَّهُ مَضْرَبه بمورده. والمراد بمورده الحالة التي قيل فيها لأول مرة. وبمضربه الحالة المشابهة التي أريدت بالكلام**۔"[11]

"مَثَل وہ ایک مشہور قول ہے کہ جس میں مَضرَب کو اس کے مَوْرَدْ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مورَد کا مطلب وہ حالت ہوتی ہے جس حالت میں پہلی بار کلام کیا گیا تھا اور مَضرَب وہ حالت ہوتی ہے جس کو کلام کے ذریعے مشابہت دینے کا ارادہ کیا جارہا ہے"۔

علامہ محمود بن شریف نے "الأمثال فی القرآن" میں مَثَل کے اصطلاحی مفہوم کو اس طرح واضح کیا ہے کہ امثال مثل کی جمع ہے اور مَثَل کسی شے کے بارے میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو کسی اور شے میں پائے جانے والے قول کے ساتھ کسی مشابہت کی وجہ سے مشابہ ہو کہ ان میں سے ایک قول دوسرے قول کو بیان کر دے اور اس کو سمجھا بھی دے۔[12]

پھر علامہ مناع القطان نے علم الادب کی روشنی میں لفظِ مَثَل کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ

" والمثل في الأدب: قول محكي سائر يقصد به تشبيه حال الذي حُكِي فيه بحال الذي قيل لأجله، أي يشبه مضربه بمورده، مثل "رُب رمية من غير رام" أي رُب رمية مصيبة حصلت من رام شأنه أن يخطئ، وأول من قال هذا الحكم بن يغوث النقري، يضرب للمخطئ يصيب أحيانًا، وعلى هذا فلا بد له من مورد يشبه مضربه به"۔[13]

"ادب میں مثَل اس قول کو کہتے ہیں جو عمومی طور پر بیان کیا جاتا ہو اس میں ایسی حالت کو جس کے بارے میں وہ مثال بیان کی گئی ہو اس حالت سے تشبیہ دی گئی ہوتی ہے کہ جس کے لئے وہ مثال کہی گئی تھی، یعنی وقتی حالت کو اس کی اصل حالت سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے یہ مثال ہے کہ "رب رمية من غير رام" بہت ساری مصیبتیں ایسے تکلیف دینے والے انسان کی طرف سے ہوتی ہیں جو غلطی کر رہا ہوتا ہے۔

اس کے بعد بعض ائمہ کرام نے مَثَل کا معنی وصف مراد لیا ہے جیسا کہ علامہ المیدانی کی بھی یہی رائے ہے کہ

"وتطلق كلمة المثل في القرآن ويراد منها وصف الشيء بعبارة كلامية، نظراً إلى أن الأوصاف التي تذكر لشيء ما ترسم له مثالاً وصفياً بدلالات تعبيرية"۔[14]

"اس کا ایک معنٰی وصف بھی ہے۔ قرآن کریم میں کلمہ مَثَل کو بولا گیا اور اس سے شے کے وصف کو مراد لیا گیا۔ اس جانب دیکھتے ہوئے کہ جب کسی چیز کے لیے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں تو وہ اس شے کی تعبیری دلالت کے ساتھ ایک وصفی مثال کو بناتے ہیں"۔

قرآن کریم میں لفظ مَثَل چار معنوں میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر مقالہ نگار سمیر اعدلی محمد رزق نے اپنے مقالہ "وجوه البيان في أمثال القرآن" میں تحریر کیا ہے کہ یہ الشَّبہ (شبہ)، التَسيِر (چلنا/ جاری رہنا)، عبرة (عبرت) اور عذابٌ (عذاب)

کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔[15] اس کے علاوہ بعض کے نزدیک یہ صفت یا ہیئت جو کسی چیز کو دوسری چیز سے جدا کر دیتی ہے، حال، صفت اور عجیب الشان قصہ، عجیب الشان حالت، عبرت اور آیت کے معنی میں بھی آیا ہے۔

قائلین اور عدمِ قائلین کی روشنی میں مِثْل اور مَثَل کا فرق

قائلین کے نزدیک مِثْل اور مَثَل کا ذات وصفات کے اعتبار سے باہم مشابہ ہونا

اس میں ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مِثْل و مَثَل دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مشہور لغوی امام أحمد بن فارس بن زکریاء م 395ھ نے "**معجم مقاییس اللغة**"[16] میں تنبیہ کی ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح علامہ ابن منظور کا نکتہ نظر بھی پہلے گزر چکا ہے کہ اس میں جوہری اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔[17] پھر علامہ أبو طاھر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی م 811ھ نے "**القاموس المحیط**" میں یہ بات ظاہر کی ہے کہ مثل شِبْہ کے وزن پر ہے اور اس کے یہ سب کے سب معنٰی مِصْداق کے قبیل سے ہیں۔[18]

علامہ مناع القطان نے اس ضمن میں یوں وضاحت کی ہے کہ امثال مثل کی جمع ہے، اس کو مَثَل، مِثْل اور مِثِیل تین طرح پڑھا جاتا ہے، جیسے یہ لفظی اور معنوی لحاظ سے شَبَہ شِبْہ اور تشبیہ کی طرح ہے۔[19]

اس کے بعد علامہ جعفر سبحانی نے جو بیان کیا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ بہت ساری لغات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ مَثَل کے مختلف معنٰی ہیں اور جہاں پر کسی اور کے لیے اس کے مقابل میں کوئی مثال بنائی جاتی ہے وہاں پر مَثَل کے ان کے علاوہ بھی اور معنٰی ہیں اور جو معنٰی بھی ذکر کئے گئے ہیں وہ اس لفظ مِثْل (مادہ) کے مفہوم کو خلط کرنے کے باب سے ہے۔ لفظ کے ایک یا دو معنٰی ہی ہوتے ہیں باقی صورتیں اور اُس مفہوم کے مِصْداق ہوتے ہیں۔ مِثْل اور مَثَل بھی شِبْہ اور شَبَہ کی طرح ہیں۔ مَثَل کو اسی سے اخذ کر کے بنایا جاتا ہے اس لیے کہ اس میں ایسی چیز کو چھپا کر ذکر کیا جاتا ہے جو معنوی اعتبار سے اس کے مِثْل میں پائی جاتی ہے۔[20]

علامہ جعفر سبحانی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ

> " **وقد تکرر في کلام غیر واحد من أصحاب المعاجم ان المَثَلَ والمِثل سیان، کالشَبَهَ والشِبه، ومع ذلک کله نری أن القرآن ینفي المثل لله، ویقول: (لَیسَ کَمِثْلِهِ شيء)**[21] **وفي الوقت نفسه یُثبت له المثَل، ویقول: لِلَّذِینَ لا یُؤْمِنُونَ بِالآخرة مَثَلُ السُوءِ وَلِلَّهِ المَثَلُ الأعْلَى وَهُوَ الْعَزِیزُ الحَکِیم)**[22]۔[23]

" مختلف لغات میں یہ بات کئی مرتبہ گزر چکی ہے کہ مِثْلُ اور مَثَلُ ایک ہی چیز ہیں جیسا کہ شِبْہ اور شَبَہ۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کے لیے مِثْل کی نفی کرتا ہے جیسا کہ "لیس کمِثْلِه شَیءٌ" اور کسی وقت میں اُس کی ذات کے لیے مَثَل کو ثابت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر "وللّٰہ مَثَلُ الاَعْلٰی"[24] ۔

اس کا ملخص یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ کو باہم تطبیق دیتے ہوئے مِثْل سے مراد اللہ کے مقابلے میں ایک ایسی ذات کو ماننا ہو گا جو اپنے ہونے میں تو اللہ جیسا ہو لیکن اپنی صفات میں اللہ کے مخالف ہو ایسی کوئی مِثْل اللہ کی نہیں ہو سکتی۔ جبکہ مَثَل وہ عمدہ صفات ہیں جن سے اللہ سبحانہ کو جانا پہچانا جاتا ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالی کے اسماء الحسنیٰ اور اس کی بلند صفات (صفاتِ عُلیَہ) وغیرہ۔ چنانچہ اس آیت میں مَثَل اور جو لفظ اس کے مشابہ ہے وہ اس صفت کے معنیٰ میں ہے جس سے شے کو موصوف کیا جاتا ہے اور شے کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے چاہے وہ صفات ہوں، حالات ہوں، خصوصیات ہوں۔

عدمِ قائلین کے نزدیک مِثْل اور مَثَل کے چند فروق

مِثْل اور مَثَل کا ذات وصفات، حالت و کیفیت اور شکل و مقدار کے لحاظ سے فرق

اس ضمن میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے مِثل و مَثل کو یکساں شمار نہیں کیا بلکہ ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے ۔سب سے پہلے اس بارے میں علامہ أبو ہلال العسكري (م 395ھ) نے جو فرق واضح کیا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ مِثْل کا لفظ لغوی معنی میں ذات، شکل، صفات یا مقدار میں کسی دوسری چیز کے عین برابر یا مشابہ ہونے کے لیے بولا جاتا ہے جیسے "A" بالکل "B" جیسا ہو اور اس کا اطلاق تب ہوتا ہے جب دو چیزیں اپنی خاص صفات میں بالکل ایک جیسی ہوں۔ مثال کے طور پر اگر ایک کلو گندم کے مقابلے میں دوسری کلو گندم رکھی جائے تو وہ مِثْل کہلائے گی۔ استعمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ عام طور پر مادی، صوری، یا حقیقی برابری ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

جہاں تک لفظ مَثَل کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو لغوی طور پر اس سے مراد کوئی ایسی عجیب و غریب حالت، صفت یا قصہ ہے جو اپنی انفرادیت کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے اور اصطلاحی معنی کہاوت یا ضرب المثل کے ہیں۔ یعنی اصطلاح میں مَثَل سے مراد وہ مشہور قول یا جملہ (کہاوت) ہے جو کسی خاص واقعے کے پسِ منظر میں کہا گیا ہو اور بعد میں اسی طرح کے ملتے جلتے حالات و واقعات پر بطور مثال لایا جائے۔ پھر لفظِ مَثَل کے استعمال کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو مَثَل کا استعمال کسی چیز کی حالت یا اس کی عجیب صفت کو واضح کرنے کے لئے ہوتا ہے چاہے وہ صفات میں بالکل برابر نہ بھی ہو۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ " مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ"[25] یعنی اس جنت کے احوال یا صفت جس کا ان متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

علامہ أبو ہلال العسكري (م 395ھ) نے محض ذات و صفات کے فرق کے لحاظ سے اس بحث کی مزید وضاحت اپنی کتاب "**الفروق اللغوية**" میں اس طرح کی ہے کہ

"**أَن المثلين مَا تكافآ فِي الذَّات و المثل بِالتَّحْرِيكِ الصّفة قَالَ الله تَعَالَى (مثل الْجنَّة الَّتِي وعد المتقون) أَي صفة الْجنَّة و قولك ضربت لفُلَان مثلا مَعْنَاهُ أَنَّك وصفت لَهُ شَيْئا و قولك مثل هَذَا كَمثل هَذَا أَي صفته كصفته وَقَالَ الله تَعَالَى (كَمثل الْحمار يحمل أسفارا) و حاملو التَّوْرَاة لَا يماثلون الْحمار وَلَكِن جمعهم و إياه صفة فاشتركوا فِيهَا**"۔[26]

"بے شک یہ دونوں مِثْل و مَثَل جو کہ ذات میں برابر ہیں اور مَثَل میں صفت کی تحریک پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ "**مثل الْجنَّة الَّتِي وعد المتقون**"[27] میں اللہ کی جنت کی صفت مراد ہے یا آپ کہتے ہیں کہ "**ضربتُ لِفُلَانٍ مثلا**"، "میں نے فلاں کو ایسا ایسا مارا"۔

یہاں پر مَثَل کی صفت مراد ہے اور کبھی اس کے لیے آپ کسی چیز کے وصف کو بیان کرتے ہیں کہ "**مثل هَذَا كَمِثْلِ هَذَا**"، "اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اس کی مثال ہے" یہاں بھی مراد ہے "**صفته كصفته**"، "اس آدمی کی صفت اس آدمی جیسی ہے"۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا "**كمَثَلِ الحمار يحمل أسفارا**"[28] مراد یہ ہے کہ تورات کے حاملین وہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو گدھوں کے ساتھ مماثلت نہیں رکھتے ہیں لیکن اللہ نے ان کو اور گدھوں کو ایک ناکارہ عمل کی وجہ سے ایسی صفت میں جمع کیا جس میں یہ دونوں شریک ہیں۔ جیسا کہ اہلِ یہود بظاہر جنسِ حیوانیت گدھے کی مانند نہیں لیکن انہوں نے جس صفت کو جمع کیا ہے وہ دونوں میں مشترک ہے کہ یہ تورات کے احکام پر عمل نہیں کرتے بلکہ صرف اس کو الہامی کتاب کا درجہ دیتے ہوئے اس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح گدھا بھی کتب کا صرف بوجھ اٹھانے پر قادر ہے ان کے فہم و عمل کا شعور نہیں رکھتا۔

مِثْلٌ بمعنی نظیر اور مَثَلٌ بمعنی قول السائر ہونے کا فرق

اسی حوالے سے علامہ حسن المصطفوی اپنی کتاب میں مِثْلٌ اور مَثَلٌ کے فرق کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں کہ

"**الفرق بين المِثْلُ و المَثَلُ: أن المثلين ما تكافا في الذات و المثل بالتحريک : الصفة - مثل الجنة التي وعد، أي صفة الجنة**".[29]

مِثل اور مَثَل کے مابین یہ فرق ہے کہ دو مِثل وہ ہوتی ہیں جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ ذات میں برابر ہوں اور مَثَل صفت کو کہتے ہیں جیسا کہ "**مثل الجنة التي وعد المتقون** "[30]یعنی جنت کی صفت بیان ہوئی ہے۔

پھر یہی بات ایک خاص فرق کے ساتھ علامہ زمخشریؒ نے بھی کی ہے کہ مَثَلْ (فَتْح کے ساتھ) کلامِ عرب کی اصل میں مِثْلْ کے معنیٰ میں ہے جو کہ نظیر ہے **مثلاً مِثْلْ، مَثَلْ مَثِیْلْ دراصل شِبْهْ ،شَبَهْ اور شَبِیْهْ** کے وزن پر آتے ہیں۔ پھر یہ لفظ (مَثَلْ) قولِ سائر (ضرب المثل) کے معنیٰ میں لیا جانے لگ گیا۔

"**والمَثَلُ في أصل كلامهم: بمعنى المِثْل، وهو النظير. يقال:مثل ومثل ومثيل، كشبه وشبه وشبيه.ثم قيل للقول السائر الممثل مضربه بمورده:مثل**"۔[31]

"مَثَلْ (فَتْح کے ساتھ) کلامِ عرب کی اصل میں مِثْلْ کے معنیٰ میں ہے جو کہ نظیر ہے مثلاً مِثْلْ، مَثَلْ مَثِیْلْ۔شِبْهْ ،شَبَهْ اور شَبِیْهْ کے وزن پر آتے ہیں۔ پھر یہ لفظ (مَثَلْ) قولِ سائر (ضرب المثل) کے معنیٰ میں لیا جانے لگ گیا کہ (کہاوت) جس کا محلّ اطلاق (مَضْرَبْ) اس کے اصل موقع ورود (مورد) کے مشابہ ہو۔

یعنی ایسا قول جو پہلے کسی خاص واقعے میں کہا گیا ہو پھر بعد میں اسی جیسے مواقع پر بطور مثال بولا جائے۔"۔"**وقد استعير المَثَلُ استعار الأسد للمقدار للحال أو الصفة أو القصة، إذا كان لها شأن وفيها غرابة**"۔[32]گویا علامہ زمخشریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ عربی زبان میں اصل کے اعتبار سے مِثْل اور مَثَل دونوں ایک ہی معنی (نظیر / مانند) میں آتے ہیں لیکن بعد میں مَثَل کا لفظ خاص طور پر اس مشہور قول یا حکایت (القول السائر) کے لئے استعمال ہونے لگا جس میں کوئی عجیب بات ہو۔

جیسا کہ انہوں نے سورہ البقرہ کی آیت 17 کی تفسیر کے تحت یہ واضح کیا ہے کہ جس طرح شجاعت کی کثرت کی وجہ سے کسی بہادر شخص کے لئے مجازاً اسد یعنی شیر کا لفظ مستعار لے لیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح جب کسی انسان کی حالت، صفت یا قصہ بہت عجیب اور اہم ہو تو اس کے لئے بھی مجازاً مَثَل کا لفظ مستعار لیا جاتا ہے۔ اس آیت میں لفظ مَثَل مراد لینے کی دلیل یہ ہے کہ ان منافقین کی عجیب و غریب حالت اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی۔ چونکہ عربی بلاغت میں کسی عجیب حالت، صفت یا قصے کو مَثَل کہا جاتا ہے نہ کہ مِثْل (برابری)، اس لئے یہاں قطعی طور پر مَثَل ہی مراد ہے۔

مِثْل بطور شبہ اور مَثَل بطور وصف ہونے کا فرق

پھر یہی فرق علامہ أحمد بن محمد بن علي الفيومي م770ھ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

"**وَقِيلَ الْمَكْسُورُ بِمَعْنَى شِبْهٍ وَالْمَفْتُوحُ بِمَعْنَى الْوَصْفِ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا أَيْ وَصْفًا**"۔[33]

جب مِثْلُ کسرہ کے ساتھ کہا جائے گا تو اس سے مراد شِبْہ ہے اور جب یہ فتح کیساتھ ہو گا تو اس کا معنیٰ وصف لیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی مَثَلُ کو وصف کے معنیٰ میں بیان کیا ہے۔

مِثْل بطور کلمہ مساوی اور مَثَل بطور مشابہتِ صفت اور ضرب المثل ہونے کا فرق

بعض حضرات جن میں سے مشہور لغوی امام امام اَیوب بن موسیٰ م 1094ھ کے نزدیک بھی مِثْل و مَثَل کا فرق نمایاں ہے۔[34] پھر اس بارے میں ایک قول معروف لغت "مختار الصحاح" میں اس فرق کے ساتھ یوں درج ہے کہ مِثْل سے مراد کلمہ مساوی لیا جائے گا اور مَثَل سے مراد صفت ہو گی۔

"م ث ل: مِثْلُ كَلِمَةُ تَسوِيَةٍ يُقَالُ: هَذَا (مِثْلُهُ) وَ (مَثَلُهُ) كَمَا يُقَالُ: شِبْهُهُ وَشَبَهُهُ. وَ (الْمَثَلُ) مَا يُضْرَبُ بِهِ مِنَ (الْأَمْثَالِ). وَ (مَثَلُ) الشَّيْءِ أَيْضًا بِفَتْحَتَيْنِ صِفَتُهُ"۔[35]

"مِثْلُ کلمہ تسویہ ہے۔ کہا جاتا ہے: "هٰذا مِثْلُهُ": "یہ اس کے مساوی ہے"۔ اگر "مَثَلُهُ" کہیں تو معنیٰ ہو گا "یہ اس کے مشابہ ہے" اور المَثَلُ: ضرب المثل جو بطور استدلال بیان کی جاتی ہے۔ "مَثَلُ الشيءِ" (میم اور ثا دونوں مفتوح) چیز کی صفت کے لیے ہیں"۔

علامہ بدرالدین الزرکشی کے نزدیک بھی لفظ مَثَل صفت کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ ان کے نزدیک اس کے لیے یہ دو دلائل ہیں۔ ایک" مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ "[36] ہے جس میں مَثَل کا معنیٰ جنت کا وصف لیا ہے اور پھر صحابہ کرامؓ کے بارے میں سورہ الفتح کی یہ آیت" ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚوَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ "[37] ہے جس میں "مَثَلُهُمْ" سے مراد ان کا وصف لیا گیا ہے"۔[38]

نیز اس کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ابن منظور نے بھی امام ابو اسحاق کے قول سے استدلال کرتے ہوئے یہی صراحت کی ہے کہ لفظ مَثَل سے مراد یہاں دراصل جنت کی صفت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام ابو علی فارسی م 377ھ نے اس کا رد کیا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ مَثَل کا صفت کے معنیٰ میں ہونا کلامِ عرب میں معروف نہیں ہے۔ بے شک اس (مَثَلُ) کا معنی تمثیل ہوتا ہے۔

"وَقَالَ أَبو إِسحق: مَعْنَاهُ صِفة الْجَنَّةِ، وَرَدَّ ذَلِكَ أَبو عَلِيٍّ، قَالَ: لأَن المَثَلَ الصِّفَةُ غَيْرُ مَعْرُوفٍ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ، إِنما مَعْنَاهُ التَّمْثِيل"۔[39]

یہی بات علامہ جعفر سبحانی کے قول سے بھی ثابت ہے کہ

" إن ظاهر كلام أهل اللغة ان المثل هو الصفة، ولكن المنقول عن أبي علي الفارسي (المتوفى ٣٧٧هـ) ان المثل بمعنى الصفة غير معروف في كلام العرب، إنما معناه التمثيل "۔[40]

"اہلِ لغت کا ظاہر کلام یہ ہے کہ مَثَل صفت ہے لیکن امام ابو علی فارسی سے یہ بات منقول ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک مَثَل کا صفت کا معنیٰ میں ہونا کلامِ عرب میں معروف نہیں ہے۔ بے شک مَثَلْ کا معنی تمثیل ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ جن ائمہ کرام نے مِثْل و مَثَل میں فرق کیا ہے وہ بعض کے ہاں ذات وصفات میں اشتراک کے اعتبار سے ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مِثْل سے مراد ذات میں برابری ہونا یا طبعی مشابہت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں کا وجود، حقیقت اور شکل وصورت میں بالکل ایک جیسا ہونا مثلاً ایک انسان کا دوسرے انسان جیسا ہونا ہے۔ مَثَل سے مراد صفات میں اشتراک ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دو مختلف چیزوں کا صرف کسی ایک صفت، حالت، خوبی یا خامی میں ایک جیسا ہونا جبکہ ان کی ذات بالکل الگ ہو جیسے بے عمل انسان کا صرف بے فائدہ بوجھ اٹھانے کی صفت میں گدھے جیسا ہونا قرآنی مثال ہے۔ اسی طرح علامہ زمخشری کی رائے کے مطابق عربی زبان میں اصل کے اعتبار سے مِثْل اور مَثَل دونوں ایک ہی معنی (نظیر / مانند) میں آتے ہیں لیکن بعد میں مَثَل کا لفظ خاص طور پر قولِ سائر کے لئے استعمال ہونے لگا جس میں کوئی عجیب بات ہو۔ تیسری رائے کے مطابق لفظ مِثْل سے مراد محض کلمہ مساوی کے ہیں اور مَثَل سے مراد صفت ہوگی۔ نیز ایک اور رائے جو کہ نہایت اہم اور راجح ہے وہ یہ ہے کہ مِثْل سے مراد شِبْہ کے ہیں اور مَثَل سے مراد وصف ہوگا۔

ائمہ متقدمین ومتاخرین کے نقطہ نظر سے تمثیل کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

تمثیل کا لغوی مفہوم

تمثیل دراصل باب تفعیل مَثَّلَ (کسی کی علامت ہونا)، یُمَثِّلُ، تَمْثِیْلاً کے وزن پر ہے جس کا معنیٰ مثال بنانا، صورت، حالت او ر کیفیت بیان کرنا، برابر کرنا، تشبیہ دینا اور ایک شے سے دوسری شے کا اندازہ لگانا کے ہیں۔ بابِ تفعیل کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں کسی بھی شے کے معنیٰ کو تدریجاً بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ تمثیل کا معنیٰ بھی اگر اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں تدریج نظر آتی ہے جیسا کہ تمثیل میں جس ھیئت کو مثال میں پیش کیا جارہا ہوتا ہے وہ ھیئت متعدد چیزوں سے ملکر قائم ہوتی ہے اور اس قیام میں تدرُّج ہے۔ جبکہ اَمثَلَ جو کہ باب اَفعال سے ہوتا ہے اگرچہ اس میں بھی یہی مادہ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا محاورہ "أمْثَلَ القوم" یعنی "قوم کھڑی ہوگئی" کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ اس میں کسی تدریج کی بات نہیں پائی گئی بلکہ انتصاب کا مفہوم ملتا ہے۔ مِثْلُ مادہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر بطور اسم اور فعل کے مستعمل ہے مثلاً "جب یہ

مِثْلٌ، مَثَلٌ، مَثَلاً، مِثَالٌ، تَمْثِيْلٌ، تَمَاثِيْلٌ ، تِمْثَالٌ اور تَمْثَالٌ وغیرہ کے طور پر آیا ہے تو اس سے مراد اسم ہے۔ اسی طرح جب یہ مَثَلَ، مَثَّلَ، تَمَثَّلَ، مُثِّلَ وغیرہ کے لیے مذکور ہو تو اس سے مراد فعل ہے اور ان سب کا بنیادی معنیٰ تشبیہ ہی ہے۔ نیز تمثیل میں مماثلت کئی اعتبار سے ہو سکتی ہے لفظی بھی اور معنوی بھی۔ لفظی مماثلت سے مراد یہ ہے کہ اُس میں اداۃِ تمثیل لائے جائیں اور معنوی مماثلت سے مراد کلام کا سیاق وسباق طے کرنا ہے اور وہ کلام کی مختلف کیفیات ہیں۔ جہاں تک مِثل و مَثَل کی جہات کا تعلق ہے تو وہ بنیادی طور پر تین ہیں جن میں سے پہلی وجہ شبہ کا حقیقی ہونا، دوسری اس کا غیر حسی ہونا اور تیسری وجہ شبہ کی ھیئت کا ھیئت سے متعدد امور میں منتزع ہو کر آنا ہے۔

تمثیل بطور تشبیہ ہونا

علامہ الجوہری نے ایک مقام پر اس حوالے سے یہ فرمایا ہے کہ

"**التمثيل: التشبِيهُ، والمُتَمَاثِلَاتُ: المُتَشَابِهَاتُ: وتَشَبَّهَ فلان بكذا تمثَّل به**"۔[41]

"تمثیل کا معنی تشبیہ اور متماثلات کا معنی متشابہات کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "تَشَبَّهَ فلانٌ بكذا" اس کا معنی "تمثَّلَ به" کا ہے یعنی "اس نے اس شے کے ساتھ مثال بنالی"۔

علامہ نشوان بن سعید الحمیریؒ نے اس بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ

"**التمثيل من مثَّلَهُ: أي صَوَّره ومَثَّلَهُ به: أي شَبَّهه**"۔[42]

"تمثیل کا لفظ مَثَّلَ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ "صَوَّرَه" کا ہے جس سے مراد ہے کہ "اس نے اس شے کی تصویر بنا دی۔ اسی طرح "مَثَّلَهٗ بِه" اس کا معنی "شَبَّهَهُ" یعنی "اس نے اس چیز کے ساتھ مشابہت دے دی" کے ہیں۔

علامہ فیروز آبادیؒ کی لغت "القاموس المحيط" میں یہ رائے دی گئی ہے کہ

"**والتَّمْثَالُ بالفتح: التِّمْثالُ، وبالكسر: الصورةُ، والجمع التماثيل وامْتَثَلَهُ هُو: تصوَّرَهُ، ومَثَّلَ له الشيءَ تَمثيلا: صَوَّرَهُ له حتى كأنه يَنْظُرُ إليه**۔[43]

"اور "التَمْثَال" یعنی فتح کے ساتھ یہ تمثیل کے معنی میں ہے اور "التِمْثَال" یعنی کسرہ کے ساتھ یہ صورت یا شکل کے معنی میں ہے۔ اس کی جمع تماثیل ہے۔ "اِمْتَثَلَهُ" کا معنیٰ "تصوَرَه" یعنی "اس نے اس کا تصور کیا" اور "مَثَّلَ لَهُ الشَّيءَ تَمْثِيْلاً" سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی ایسی صورت بنائی گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے"۔

اس کے بعد اسی سے ملتا جلتا مفہوم جدید لغت "**المعجم الوسیط**" میں بھی نقل کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ مَثَلَ جب تشدید کے ساتھ آتا ہے یعنی مَثَّلَ بنتا ہے تو وہ مبالغہ بنتا ہے اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مماثلت دینا مقصود ہوتا ہے۔[44]

تمثیل کا اصطلاحی مفہوم

علم الأدب کی رُو سے تمثیل کی اصطلاحی تعریف

تمثیل میں لفظ و معنیٰ کی تطبیق

امام ابو عبیدہ اور علامہ قدامہ دونوں کے ہاں تمثیل کا مکمل دارو مدار متکلم یا شاعر کے باطنی ارادے پر ہے۔ امام ابو عبیدہ کے مطابق شاعر بظاہر ایک کلام لاتا ہے جو کسی اور معنی پر دلالت کرتا ہے لیکن حقیقت میں اس کلام کا رخ اس اصل بات کی طرف ہوتا ہے جس کا شاعر نے ارادہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد علامہ قدامہ نے اس کی تائید کرتے ہوئے جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ متکلم تمثیل میں ایک ایسے پوشیدہ معنی کا ارادہ کرتا ہے جو عام الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمثیل میں ظاہری الفاظ اہم نہیں ہوتے بلکہ متکلم کا وہ مقصود اور ارادہ اہم ہوتا ہے جسے وہ چھپا کر مثال کے رنگ میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

اسی مفہوم کو علامہ عبد العظیم ابن أبي الإصبع العدواني م654ھ نے تمثیل کے اصطلاحی تناظر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ

> "**التمثيل في اللغةهو التشبيه،وقد تحدث منه أبو عبيدة وهو عنده التشبيه أو تشبيه التمثيل،وافرد له قدامه بحثا وقال:هو أَن يريد الشاعر إشاره إلى معنى فيضع كلاماً يدل على معنى آخر،وذلک المعنى الآخر والكلام منبأن عما أراد أن يشير اليه**"۔[45]
>
> تمثیل لغت میں تشبیہ ہے اور اس کے بارے میں امام ابو عبیدہؒ م210ھ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تشبیہ ہو گی یا تشبیہ التمثیل ہو گی اور اس پر بحث پہلے گذر چکی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ تمثیل یہ ہے کہ شاعر کسی معنی کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے تو وہ کلام کو اس طور پر لاتا ہے کہ وہ کسی اور معنی میں دلالت کرتا ہے۔ یہ دوسرا معنیٰ اور کلام دونوں اُس چیز کی خبر دے رہے ہوتے ہیں جس کی طرف اشارہ کرنے کا شاعر نے ارادہ کیا ہے۔

پھر علامہ ابن حجۃ الحموي تقي الدين م837ھ نے تمثیل کی علم الأدبیہ کی رو سے وضاحت کے لیے خوبصورت انداز میں یہ مثال دی ہے کہ "**التمثيل، ما فرعه قدامة، من ائتلاف اللفظ مع المعنى، وقال: هو أن يريد المتكلم معنى فلا يدل عليه بلفظه الموضوع له، ولا بلفظ قريب من لفظه، وإنما يأتي بلفظ هو أبعد من لفظ الإرداف، يصلح أن يكونه مثالًا للفظ المعنى المذكور، كقوله تعالى: {وَقُضِيَ الْأَمْرُ} وهذا التمثيل العظيم في غاية الإيجاز، والحقيقة، أي هلك من قضي هلاكه،**

ونجا من قدرت نجاته، وما عدل عن اللفظ الخاص، إلى لفظ التمثيل، إلا لأمرين: أحدهما الاختصار لبلاغة الإيجاز، والثاني كون الهلاك والنجاة كانا بأمر مطاع، ولا يحصل ذلك من اللفظ الخاص"۔[46]

"علامہ قدامہؒ م620ھ کے نزدیک تمثیل یہ ہے کہ لفظ کو معنیٰ کے ساتھ تمثیل میں ملایا جائے۔وہ یہ فرماتے ہیں کہ متکلم تمثیل میں ایک ایسے معنیٰ کا ارادہ کرتا ہے کہ جس پر معنیٰ کے لیے وضع کیا ہوا لفظ دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی ایسا کوئی لفظ جو اُس لفظ کے قریب ترین ہو اس پر دلالت کرتا ہے۔ تمثیل ایسے لفظ کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ ترادُف (دو چیزوں کا باہم مشابہ ہونا) کے لفظ سے بہت بعید ہے۔اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ معنیٰ مذکور کے لفظ کے لیے مثال بنے۔جیسا کہ " وَقُضِيَ الْأَمْرُ "[47] یہ غایتِ ایجاز میں ایک بڑی تمثیل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ "قُضِیَ" تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ "هَلَکَ" یعنی "اس کی ہلاکت ہو گئی"۔اسی طرح جب کہتے ہیں کہ "قُدِّرَتْ نِجَاتُهُ" تو اس کا مطلب ہے کہ "وہ کامیاب ہو گیا" یعنی "اس کی نجات مقدر ہو گئی"۔تو اس کا مطلب ہے کہ "وہ کامیاب ہو گیا" اور لفظِ خاص سے لفظِ تمثیل کی طرف دو معاملات کی وجہ سے جایا جاتا ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ بلاغتِ ایجاز کے لیے اختصار کرنا ہوتا ہے اور دوسرا ہلاکت و نجات کا ہونا کہ یہ دونوں چیزیں اطاعت کیے ہوئے حکم کی وجہ سے ہلاکت اور نجات ہوتی ہے اور یہ معنی لفظِ خاص کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔اس بحث کے ضمن میں دلالتِ لفظی سے مراد یہ ہے کہ جو لفظ زبان سے نکالا گیا ہے وہ لغت کے اعتبار سے کس معنی پر دلالت کر رہا ہے۔ تمثیل میں دلالتِ لفظی اور ارادہ متکلم کے درمیان ایک خوبصورت حجاب ہوتا ہے۔علامہ قدامہ کے نزدیک تمثیل میں جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ اپنے متبادر (ظاہری یا قریبی) معنی پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اصل مقصود کا ہم معنی ہوتا ہے۔جیسے مندرجہ بالا مثال میں کہا گیا" " وَقُضِيَ الْأَمْرُ "[48] تو اس کی ظاہری دلالتِ لفظی صرف ایک فیصلے کے ہونے پر ہے لیکن متکلم کا ارادہ یہاں "ہلاکت" (ھلک) کو ظاہر کرنا ہے۔ مختصر یہ کہ دلالتِ لفظی بظاہر کچھ اور ہوتی ہے لیکن وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ متکلم کے چھپے ہوئے ارادے (معنیٰ مذکور) کے لئے ایک بہترین نمونہ اور مثال بن جاتی ہے۔

یہی مفہوم مزید چند الفاظ کے ردو بدل کے ساتھ علامہ ابن أبي الإصبع العدواني م 654ھ نے بھی اپنی تصنیف **"تحرير التحبير في صناعة الشعر والنثر وبيان إعجاز القرآن"** میں بیان کیا ہے۔"[49]

تمثیل کا بطورِ مثال اور نمونہ اطلاق

علامہ ابن اثیر نے تمثیل کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ

"فأما التمثيل: فهو أن تراد الإشارة إلى معنى، فيوضع لفظ لمعنى آخر، ويكون ذلك مثالا للمعنى الذي أريدت الإشارة إليه، كقولهم: فلان نقي الثوب أي: منزه من العيوب"۔[50]

جہاں تک تمثیل کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ایک خاص معنی کی طرف اشارہ مقصود ہو، مگر اس کے لیے ایسا لفظ لایا جائے جو کسی دوسرے معنی پر دلالت کرتا ہو اور وہ دوسرا معنی اس مطلوبہ معنی کے لیے مثال اور نمونہ بن جائے۔ جیسے کہا جاتا ہے "فلان نقي الثوب"، "فلاں شخص کا کپڑا پاک صاف ہے جس سے مراد یہ ہوا کہ وہ عیبوں سے پاک ہے"۔ یہاں کپڑے کا صاف ہونا اصل نہیں بلکہ عیبوں سے پاک ہونا اصل مقصود ہے اور کپڑے کی صفائی اس کے لیے بطور مثال ذکر ہوئی ہے۔ اس کے بعد علامہ مناع القطان نے تمثیل کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ

> **"والتمثيل هو القالب الذى يبرز المعانى فى صورة حية تستقر فى الأذهان ،بتشبيه الغائب بالحاضر ،والمعقول بالمحسوس ـوقياس النظير على النظير،وكم من معنى جميل أكسبه التمثيل روعة وجمالاً ـ"۔**[51]
>
> "تمثیل وہ سانچہ ہے کہ جس سے معانی و مفاہیم ایک زندہ صورت کی شکل میں ظاہر ہوتے اور ذہن میں پیوست ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں غائب چیز کو حاضر اور موجود چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے، عقل میں آنے والی چیز کو محسوس بنا دیا جاتا ہے، نظر کو نظیر پر قیاس کیا جاتا ہے اور بہت سارے خوبصورت معانی کو مثال اور دل موہ لینے والے بنا دیا جاتا ہے"۔

تمثیل کا بطورِ مشہور کلام مستعمل ہونا

نیز تمثیل کی علم الأدب کی رو سے وضاحت کرتے ہوئے مزید امام أبو البقاء أیوب بن موسیٰ م1094ھ نے "یہ نقل کیا ہے کہ

"وَمِنْه الْمثل يسد مسد غَيره وَيُسمى الْكَلَام الدائر فِي النَّاس للتمثيل مثلا لقصدهم إِقَامَة ذَلِك مقَام غَيره وَالشّرط فِي حسن التَّمْثِيل هُوَ أَن يكون على وفْق الممثل لَهُ من الْجِهَة الَّتِي تعلق بهَا التَّمْثِيل فِي الْعظم والصغر والخسة والشرف وَإِن كَانَ الممثل أعظم من كل عَظِيم كَمَا مثل فِي الْإِنْجِيل غل الصَّدْر بالنخالة، والقلوب القاسية بالحصاة، ومخاطبة السُّفَهَاء بإثارة الزنانير وَفِي كَلَام الْعَرَب: (أسمع من قراد)، و (أطْيَشُ مِنْ فُراشَة)، و (أعَزَ مِنْ مَخِ البَعُوْض) وَنَحْو ذَلِك"۔[52]

"اور اسی سے کلمہ مَثَلٌ ہے کہ جو اپنے غیر کے قائم مقام ہوتا ہے اور تمثیل کے لیے لوگوں میں کلامِ مشہور کو مَثَلٌ کہتے ہیں اس لیے کہ لوگ اس کلام کو اُس کے غیر کی جگہ پر قائم کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور تمثیل کے حُسن میں شرط یہ ہے کہ وہ تمثیل ممثَّل لہ کے موافق اُسی جہت پر ہو جس جہت کے ساتھ تمثیل کا بڑے ہونے میں، چھوٹے ہونے میں، رذیل ہونے میں اور شرفِ کلام ہونے میں تعلق ہے۔ پھر مزید فرمایا ہے کہ اگرچہ ممثَّل ہر عظیم چیز سے بڑا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ الہامی کتاب انجیل میں سینے کے بُغض کو بلغم سے تمثیل دی گئی، سخت دلوں کو پتھر سے اور بیوقوف لوگوں کے ساتھ بات کرنے کو چھوٹے پتھر کے

پگھلانے سے تشبیہ دی گئی۔اسی طرح کلامِ عرب میں بھی کہا جاتا ہے کہ " **أسمع من قراد**"، "وہ بندر سے زیادہ سننے والا ہے"، "**أطْيَشُ مِنْ فُراشَة**"، "وہ پتنگوں سے زیادہ طیش میں آنے والا ہے" اور "**أعَزَ مِنْ مَخِ البَعُوْض**"، "وہ مچھر کے دماغ سے بھی زیادہ عزت والا ہے"۔اس طرح کے کلمات کہ دیئے جاتے ہیں"۔

علم البلاغت کی رو سے تمثیل کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کرام کے نزدیک تمثیل کا بطورِ قیاس اطلاق

جہاں تک بلاغی پہلو کے حوالے سے تمثیل کا تعلق ہے تو لفظ تمثیل کی علم البلاغت کے اعتبار سے ایک اصطلاحی تعریف مضمون نگار خالد ضو نے مجلہ "**مجلة الآداب والحضارة الاسلامية**" میں شائع کردہ مضمون میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے کہ

> "**التمثيل هو إثبات حكم واحد في جزأين لثبوته في جزئي آخر لمعنى مشترك بينهما، ويسميه الفقهاء قياسًا، ويسمون الجزئي الأول فرعاً والثاني أصلًا، والمشترك علةً وجامعاً**"۔[53]
>
> "تمثیل وہ حجت ہے جس میں ایک جزئی کا حکم دوسری جزئی میں کسی مشترک علت کی وجہ سے ثابت کیا جائے۔ تمثیل کو فقہاء کرام کے نزدیک قیاس کہتے ہیں۔ گویا دونوں کا معنی ایک ہی ہے"۔

تمثیل کو محض تشبیہ پر محمول کرنا

علامہ جعفر سبحانیؒ نے تمثیل کی بلاغی تعریف "**الأمثال في القرآن الكريم**" میں اس طرح نقل کی ہے کہ

> "**التمثيل عبارة عن إعطاء منزلة شيء لشيء عن طريق التشبيه أو الاستعارة أو المجاز أو غير ذلك**"۔[54]
>
> "تمثیل ایک شے کو دوسری شے کے درجے میں تشبیہ، استعارہ، مجاز یا کسی اور طریقے سے اتارنے کا نام ہے"۔

تمثیل کی بطورِ تشبیہِ تمثیلی تعبیر

الدکتور محمد سلیمان عبداللہ الأشقر نے اس بارے میں واضح کیا ہے کہ تمثیل سے مراد تشبیہ کی ایک خاص قسم تشبیہِ تمثیلی ہے جس کا تعلق دراصل استعارہ کی ایک مخصوص قسم استعارہ تمثیلیہ سے ہے۔" **تشبيه التمثيل۔ الاستعارة - الاستعارة التمثيلية**"۔[55] پھر علامہ عبدالقاہر جرجانی م 471ھ، علامہ سکاکی م 626ھ، علامہ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن الخطیب القزوینی م 739ھ اور تلخیص کے شارحین کا کہنا ہے کہ تمثیل تشبیہِ تمثیلی کو ہی کہتے ہیں جیسا کہ اس کی تصدیق علامہ احمد مطلوب نے اپنی کتاب میں اس طرح کی ہے۔"**والتمثيل عند عبد القاهر والسكاكي والقزويني وشراح التلخيص وغيرهم) هو التشبيه التمثيلي**"۔[56] یہی بات مفتی ارشاد الرحمٰن المعتصم نے بھی بلاغی حوالے سے کی ہے کہ تمثیل جسے بلاغی

رو سے تشبیہ تمثیلی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مرکب ہو، امورِ متعددہ سے منتزع ہو اس کو تمثیل کہتے ہیں[57] اور اس کی مثال قرآن مجید میں یہ ہے کہ:

"مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ"۔[58]

اس میں وجہ شبہ وہ ھیئت ہے جو نافع ترین شے کے انتفاع سے مشقت کے باوجود محروم ہونے سے حاصل ہوتی ہے، جو امورِ متعددہ سے منتزع ہے۔

اس کے بعد مفتی ارشاد الرحمٰن المعتصم نے تشبیہ غیر تمثیلی کی تعریف یہ کی ہے کہ "وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ امورِ متعددہ سے منتزع نہ ہو" اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سورہ الاعراف کی آیت میں "**اولئک کالانعام**"[59] ہے۔[60] اس میں وجہ شبہ غفلت اور لاپرواہی ہے جو امورِ متعددہ سے منتزع نہیں ہے۔

تمثیل کو مماثلت پر محمول کرنا

علامہ عسکری م395ھ، علامہ باقلانی م 403ھ، علامہ ابنِ رشیق م 463ھ کے نزدیک تمثیل مماثلت کو کہتے ہیں جو کہ استعارے کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ اس کی نشاندہی علامہ عسکری کی اس بات سے ہوتی ہے۔ "**المماثلة: أن يريد المتكلم العبارة عن معنى، فيأتي بلفظة تكون موضوعة لمعنى آخر، إلا أنه ينبيء إذا أورده عن المعنى الذى أراده، كقولهم: «فلان نقى الثوب»، يريدون به أنه لا عيب فيه. وليس موضوع نقاء الثوب البراء من العيوب، وإنما استعمل فيه تمثيلا**"۔[61] پھر انہوں نے ایک شعر سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنے کی کوشش کی کہ یہ مماثلت استعارے کی ایک قسم ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن رشیق نے یہ فرمایا کہ "**ومن ضروب الاستعارة التمثيل، وهو الممائلة عند بعضهم، وذلک أن تمثل شيئاً بشيء فيه إشارة**"۔[62] علامہ الباقلانی م 403ھ کے ہاں مماثلت کو علم البدیع میں شمار کیا گیا ہے اور وہ استعارہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اس حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ

"**ومما يعدونه من البديع "المماثلة" وهو ضرب من الاستعارة سماه قدامة التمثيل**"۔[63]

مماثلت کو علم البدیع میں شمار کیا گیا ہے اور وہ استعارہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ ان کے نزدیک اسی کا نام علامہ ابنِ قدامہ نے تمثیل رکھا ہے۔

تمثیل کی تشبیہ مرکب کے طور پر تعبیر

اسی تشبیہِ تمثیلی کا ایک اور نام بھی ہے جس کا ذکر مختلف مقامات پر ہوا ہے کہ اس سے مراد تشبیہ مرکب ہے جو کہ تشبیہ کی ایک تقسیم ہے اور یہ وجہ شبہ کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ان میں سے ایک تشبیہ مفرد کہلاتی ہے اور دوسری کا نام تشبیہ مرکب ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے کہ

"يُنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ وَجْهِهِ إِلَى مُفْرَدٍ وَمُرَكَّبٍ وَالْمُرَكَّبُ أَنْ يُنْتَزَعَ وَجْهُ الشَّبَهِ مِنْ أُمُورٍ مَجْمُوعٍ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ"۔[64]

"تشبیہ مرکب اس کا نام ہے کہ وجہ شبہ کا انتزاع کئی ایسے امور سے کیا جائے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم جمع ہو گئے ہیں"۔

قرآنی اَمثلہ

اس کی ایک مثال سورہ الجمعہ کی آیت "**كَمَثَلِ الحمار يحمل أسفارا**"[65] ہے کہ یہ تشبیہ الحمار (گدھے) کے احوال سے مرکب ہے اور وہ احوال یہ ہیں کہ ایک حد درجہ کی مفید چیز سے باوجود اس کے کہ وہ اس کو اپنے ساتھ رکھنے میں تکلیف برداشت کرتا ہے ،تاہم اس سے نفع اٹھانے سے محروم ہے۔اور ایک اور فرمان الٰہی "**إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ۔۔**"[66] ہے۔اس آیت میں دس جملے ہیں اور ان سب سے مل کر مجموعی طور پر تشبیہ کی ترکیب اس حیثیت سے واقع ہوئی ہے کہ اس میں کچھ بھی ساقط ہو جائے تو تشبیہ میں خلل واقع ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں دنیا کی حالت کو اس کے جلد تر گزر جانے،اس کی نعمتوں کے فنا ہو جانے اور لوگوں کے اس پر فریفتہ ہونے کے بارے میں اس پانی کی حالت سے مشابہ کرنا مقصود تھا جو کہ آسمانوں سے نازل ہوا اور اس نے انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں اگائیں۔اپنی آرائش اور گُل کاری سے روئے زمین کو جائمہ فاخرہ پہننے والی دلہن کی طرح سنوار دیا، یہاں تک کہ جب اہلِ دنیا اس دنیا کی طرف مائل ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اب یہ دنیا تمام خرابیوں اور زوال سے بری ہے تو یکایک اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس پر آنا نازل ہوا اور اس طرح مٹ گئی کہ گویا کہ کل تک کچھ چیز ہی نہ تھی۔بعض علماء نے کہا ہے کہ دنیا کو پانی سے تشبیہ دینے کی وجہ دو امر ہیں۔پہلا امر یہ کہ پانی اگر ضرورت سے زیادہ لیا جائے تو مضر اور بقدرِ حاجت لیا جائے تو فائدہ مند ثابت ہوتا ہے اور یہی حالت دنیا کی ہے۔دوسرا امر یہ ہے کہ اگر تم پانی کو مٹھی میں روکنا چاہو اور اس میں بند کرو تو خاک بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔بس یہی کیفیت دنیا کی ہے۔

اس کے علاوہ ایک قولِ الٰہی "**اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**"[67] ہے۔

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے اس نور کو جسے وہ مومن کے قلب میں ڈالتا ہے ایسے چراغ سے تشبیہ دی ہے جس میں روشنی کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہیں کہ وہ " مِشْكَاة" (طاق) میں رکھا ہے اور " مِشْكَاة" ایسے مختصر طاق کو کہتے ہیں جس میں مَنْفَذْ (وزن) نہیں ہوتا اور اس کا بغیر مَنْفَذْ (وزن) کے ہونا اس واسطے ہے تاکہ وہ نگاہ کو خوب بستہ رکھ سکے۔ پھر اس تشبیہ میں مصباح (چراغ) کو ایک خاص فانوس کے اندر رکھا ہے اور وہ فانوس صفائی میں چمکدار ستارہ کے مانند ہے، چراغ کا تیل بھی تمام تیلوں میں نہایت صاف اور عمدہ جلنے والا ہے اس لئے کہ وہ اس درخت کا تیل ہے جو چراغ کے وسط میں ہے، نہ مشرقی ہے اور نہ غربی اور نہ دن کے دونوں کناروں (صبح و شام) میں اسے آفتاب کا سامنے کسی ایک کنارہ میں کرنا پڑتا ہے بلکہ اس پر آفتاب کی نابش بے حد معتدل ہو کر پڑتی ہے۔ یہ ہے وہ مثال جو اللہ نے مومن کے لئے دی ہے۔ پھر اس نے کافر کی بھی دو مثالیں دی ہیں جن میں سے ایک " **كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً**"[68] اور دوسری "**أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ**"۔[69] کی آیت میں سے "**كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ**" سے متعلق ہے اور یہ بھی تشبیہ مرکب ہے۔

تمثیل کی مجازِ مرکب کے طور پر تعبیر

اس کے بعد مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں جو کہ "البیان فی علوم القرآن" کے عنوان سے الگ کتابی شکل میں شائع ہوا اس میں تمثیل کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے اس کو مجاز مرکب قرار دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ

"تمثیل اصطلاح میں اس مجازِ مرکب کو کہتے ہیں کہ جس میں استعارہ ہو اور اس کو تمثیل علی سبیل الاستعارہ کہتے ہیں۔ کس لئے کہ وجہ شبہ امورِ متعددہ سے منتزع کر کے مشبہ بہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور مراد مشبہ ہوتا ہے جیسا کہ متردد ہو اور اس کو کہیں "تم تو ایک پانوں آگے اور دوسرا پیچھے رکھتے ہو"۔ متردد کی حالت کو بطور مبالغہ کے اس شخص کے حال سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو جانے میں تردد کرتا ہے۔ ایک پانوں آگے رکھ کر دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہے اور کبھی اس کو مطلقاً تمثیل کہا کرتے ہیں۔ اور جب اس مجازِ مرکب کا بطریق استعارہ کے زیادہ اہل زبان میں استعمال ہو جاتا ہے (اور اس میں کوئی انوکھی بات بھی ہوتی ہے) تو اس کو مثل کہتے ہیں جس کی جمع امثال آتی ہے اور اردو میں اس کو کہاوت کہتے ہیں"۔[70]

علامہ قزوینیؒ نے بھی اسی تشبیہ تمثیلی کو "المجاز المرکب" کا نام دیا ہے جیسا کہ انہوں نے اس ضمن میں یوں بیان کیا ہے کہ

"وھٰذا ماسماہ القزوینی (المجاز المرکب) وقال (اللفظ المرکب المستعمل فیما شبہ بمعناہ الاصلی تشبیہ التمثیل للمبالغۃ فی التشبیہ)۔[71]

"تمثیل وہ مرکب لفظ ہے جو تشبیہ میں اپنے اصلی معنی کے اعتبار سے استعمال ہوا ہے اور یہ وہ تشبیہ تمثیلی ہے جو کہ تشبیہ میں مزید مبالغے کے لیے آتی ہے"۔

خلاصہ بحث

اگرچہ تمثیل کی وضاحت علم الاَدب اور علم البلاغت کے اعتبار سے مختلف زاویوں سے کی گئی ہے جیسا کہ علم الادب کی روشنی میں اس کے معنی بطور مثال، نمونہ، قول، ضرب المثل یا واقعہ وغیرہ کے ہیں جبکہ علم البلاغت کی رُو سے بعض اہلِ لغت کے نزدیک اسی تمثیل کو تشبیہِ تمثیلی، تمثیلِ مرکب اور المجاز المرکب بھی کہا گیا ہے۔ پھر بعض نے اس کو تشبیہ میں اور بعض نے اس کو استعارہ کی قسم میں سے شمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ عربی ادب اور قرآنی اسلوب میں مِثْل اور مَثَل کے درمیان فرق حقیقی معنوی انقسام پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ محض اختلافِ تنوع اور سیاقی وبلاغی استعمال کا نتیجہ ہے۔ نیز یہ موضوع اس لیے بھی اہم ہے کہ مِثْل اور مَثَل عربی زبان اور قرآنی بیان کے بنیادی الفاظ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے مفہوم کی تعیین تفسیر، بلاغت اور کلامی مباحث پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ ان کے باہمی تعلق کی وضاحت نہ صرف لغوی ابہام کو دور کرتی ہے بلکہ قرآن کے تمثیلی اسلوب کی گہری تفہیم میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1. *Al-Zukhruf*, 43:59.
2. Al-Jawharī, Abū Naṣr, Ismā'īl ibn Ḥammād. *Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-'Arabīyah*. Edited by Aḥmad 'Abd al-Ghafūr 'Aṭṭār. 4th ed. Beirut: Dār al-'Ilm lil-Malāyīn, 1407 AH / 1987 CE. 5:1816.
3. Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn, Muḥammad ibn Mukarram ibn 'Alī. *Lisān al-'Arab*. 3rd ed. Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH. 11:610.
4. Rizq, Samīrā 'Adlī Muḥammad. "Wujūh al-Bayān fī Amthāl al-Qur'ān." PhD diss., Umm al-Qura University, 1407 AH / 1987 CE, 1.

5. al-Ghazālī, Shu‘ayb ibn Aḥmad ibn Muḥammad. "Mabāḥith al-Tashbīh wa al-Tamthīl fī Tafsīr al-Taḥrīr wa al-Tanwīr li-Ibn ‘Āshūr." PhD diss., Umm al-Qura University, 1420 AH / 2024 CE, 204-223.
6. Ibn Manẓūr, *Lisān al-‘Arab*, 11:610-614; Rizq, "Wujūh al-Bayān," 1.
7. al-Muṣṭafawī, Ḥasan. *Al-Taḥqīq fī Kalimāt al-Qur’ān al-Karīm*. (Tehran: Wizārat al-Thaqāfah wa al-Irshād al-Islāmī, n.d.), 11:23.
8. Al-Jawharī, *Al-Ṣiḥāḥ*, 5:1816.
9. al-Maydānī, ‘Abd al-Raḥmān Ḥasan Ḥabankah. *Amthāl al-Qur’ān wa Ṣuwar min Adabihi al-Rafī‘*. 1st ed. Damascus: Dār al-Qalam, n.d., 19; ‘Īd Jamāl al-Dīn Mā Yin Jing. "Al-Amthāl al-Qur’ānīyah Dirāsah Lughawīyah." MA thesis, Al-Zayr University, 2004-2005, 8.
10. al-Asqar, Muḥammad Sulaymān ‘Abd Allāh. *Mu‘jam ‘Ulūm al-Lughah al-‘Arabīyah*. 1st ed. Beirut: Mu’assasat al-Risālah, 2001, 374.
11. Maḥmūd ibn al-Sharīf. *Al-Amthāl fī al-Qur’ān*. 2nd ed. Riyadh: Dār ‘Ukāẓ lil-Ṭibā‘ah wa al-Nashr, n.d., 20.
12. al-Qaṭṭān, Manā‘. *Mabāḥith fī ‘Ulūm al-Qur’ān*. 1st ed. Lahore: Dār al-Ḥamd, Ghaznī Street, Urdu Bazaar, July 2017, 258.
13. al-Maydānī, *Amthāl al-Qur’ān*, 33; ‘Īd, "Al-Amthāl al-Qur’ānīyah," 9.
14. Rizq, "Wujūh al-Bayān," 9.
15. Ibn Fāris, Aḥmad ibn Fāris ibn Zakarīyā, Abū al-Ḥusayn. *Mu‘jam Maqāyīs al-Lughah*. Edited by ‘Abd al-Salām Muḥammad Hārūn. Beirut: Dār al-Fikr lil-Ṭibā‘ah wa al-Nashr wa al-Tawzī‘, 1399 AH / 1979 CE. 5:296.
16. Ibn Manẓūr, *Lisān al-‘Arab*, 11:610.
17. al-Fayrūzābādī, Abū Ṭāhir, Muḥammad ibn Ya‘qūb. *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*. Edited by Maktab Taḥqīq al-Turāth fī Mu’assasat al-Risālah. 8th ed. Beirut: Mu’assasat al-Risālah lil-Ṭibā‘ah wa al-Nashr wa al-Tawzī‘, 1426 AH / 2005 CE, 1056.
18. al-Qaṭṭān, *Mabāḥith fī ‘Ulūm al-Qur’ān*, 258.
19. Subḥānī, Ja‘far. *Al-Amthāl fī al-Qur’ān al-Karīm*. (Qom: Mu’assasat al-Imām al-Ṣādiq, n.d.), 8.
20. *Al-Shūrā*, 42:11.
21. *Al-Naḥl*, 16:60.
22. Subḥānī, *Al-Amthāl*, 8.
23. *Al-Naḥl*, 16:60.
24. *Muḥammad*, 47:15.
25. al-‘Askarī, al-Ḥasan ibn ‘Abd Allāh ibn Sahl. *Al-Furūq al-Lughawīyah*. Edited by Muḥammad Ibrāhīm Salīm. Cairo: Dār al-‘Ilm wa al-Thaqāfah lil-Nashr wa al-Tawzī‘, n.d., 154.
26. *Muḥammad*, 47:15.
27. *Al-Jumu‘ah*, 62:5.
28. al-Muṣṭafawī, *Al-Taḥqīq*, 11:24.
29. *Muḥammad*, 47:15.
30. al-Zamakhsharī, Abū al-Qāsim, Jār Allāh Maḥmūd ibn ‘Umar. *Al-Kashshāf*. 3rd ed. Beirut: Dār al-Kitāb al-‘Arabī, 1407 AH. 1:72.
31. al-Zamakhsharī, *Al-Kashshāf*, 1:72.
32. al-Fayyūmī, *Al-Miṣbāḥ al-Munīr fī Gharīb al-Sharḥ al-Kabīr*. (Beirut: al-Maktabah al-‘Ilmīyah, n.d.), 2:563.

33. Abū al-Baqā', Ayyūb ibn Mūsā. *Al-Kulliyāt: Mu'jam fī al-Muṣṭalaḥāt wa al-Furūq al-Lughawīyah*. Edited by 'Adnān Darwīsh and Muḥammad al-Miṣrī. (Beirut: Mu'assasat al-Risālah, n.d.), 851-853.
34. Ibn Fāris, *Mu'jam Maqāyīs al-Lughah*, 5:290.
35. *Muḥammad*, 47:15.
36. *Al-Fatḥ*, 48:29.
37. al-Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn 'Abd Allāh. *Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān*. Edited by Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm. 1st ed. Cairo: Dār Iḥyā' al-Kutub al-'Arabīyah, 'Īsā al-Bābī al-Ḥalabī wa Shurakā'ih, 1376 AH / 1957 CE. 1:487.
38. *Lisān al-'Arab*, 11:611.
39. Subḥānī, *Al-Amthāl*, 6.
40. al-Jawharī, *Al-Ṣiḥāḥ*, 6:2236.
41. al-Ḥimyarī, Nashwān ibn Sa'īd. *Shams al-'Ulūm wa Dawā' Kalām al-'Arab min al-Kulūm*. Edited by Ḥusayn al-'Amrī, Muṭhir ibn 'Alī al-Aryānī, and Yūsuf Muḥammad 'Abd Allāh. 1st ed. Beirut: Dār al-Fikr al-Mu'āṣir, 1999 CE. 9:6223.
42. al-Fayrūzābādī, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, 1056.
43. Anīs, Ibrāhīm, 'Abd al-Ḥalīm Muntajir, 'Aṭīyah al-Ṣirāṭī, and Muḥammad Khalf Allāh Aḥmad. *Al-Mu'jam al-Wasīṭ*. 2nd ed. Cairo: Majma' al-Lughah al-'Arabīyah, n.d. 2:853.
44. al-'Adwānī, 'Abd al-'Aẓīm ibn Abī al-Iṣba'. *Taḥrīr al-Taḥbīr fī Ṣinā'at al-Shi'r wa al-Nathr wa Bayān I'jāz al-Qur'ān*. Edited by Ḥifnī Muḥammad Sharaf. Cairo: al-Jumhūrīyah al-'Arabīyah al-Muttaḥidah, al-Majlis al-A'lā lil-Shu'ūn al-Islāmīyah, Lajnat Iḥyā' al-Turāth al-Islāmī, 214; Maṭlūb, Aḥmad. *Mu'jam al-Muṣṭalaḥāt al-Balāghīyah wa Taṭawwuruhā*. Beirut: Maktabat Lubnān Nāshirūn, 2007, 415.
45. Ibn Ḥijjah al-Ḥamawī, Taqī al-Dīn, Abū Bakr ibn 'Alī. *Khizānat al-Adab wa Ghāyat al-Arab*. Edited by 'Iṣām Shaqyū. Beirut: Dār wa Maktabat al-Hilāl, 2004. 1:2991.
46. *Maryam*, 19:39.
47. *Maryam*, 19:39.
48. al-'Adwānī, *Taḥrīr al-Taḥbīr*, 215.
49. Ibn al-Athīr, Ḍiyā' al-Dīn, Naṣr Allāh ibn Muḥammad. *Al-Mathal al-Sā'ir fī Adab al-Kātib wa al-Shā'ir*. Edited by Aḥmad al-Ḥawfī and Badawī Ṭabānah. Cairo: Dār Nahḍat Miṣr lil-Ṭibā'ah wa al-Nashr wa al-Tawzī', n.d. 3:58.
50. al-Qaṭṭān, *Mabāḥith fī 'Ulūm al-Qur'ān*, 257.
51. Abū al-Baqā', *Al-Kulliyāt*, 851-853.
52. Ḍaw', Khālid. "Al-Tamthīl fī al-Uslūb al-Qur'ānī fī Tafsīr al-Kashshāf li-Abī al-Qāsim al-Zamakhsharī." *Majallat al-Ādāb wa al-Ḥaḍārah al-Islāmīyah* 13, no. 27 (2021): 108.
53. Subḥānī, *Al-Amthāl*, 19.
54. al-Asqar, *Mu'jam 'Ulūm al-Lughah al-'Arabīyah*, 149.
55. al-Jurjānī, Abū Bakr, 'Abd al-Qāhir ibn 'Abd al-Raḥmān. *Asrār al-Balāghah*. Edited by Maḥmūd Muḥammad Shākir. Cairo: Maṭba'at al-Madanī, Dār al-Madanī bi-Jiddah, 84; al-Sakkākī, Yūsuf ibn Abī Bakr ibn Muḥammad. *Miftāḥ al-'Ulūm*. Edited by Na'īm Zurzūr. 2nd ed. Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmīyah, 1407 AH / 1987 CE, 164; *Mu'jam al-Muṣṭalaḥāt al-Balāghīyah wa Taṭawwuruhā*, 416.
56. al-Mu'taṣim, Irshād al-Raḥmān. *Qawā'id al-Balāghah*. (Attock: Shubah Taṣnīf wa Ta'līf, Jāmi'ah Ishā'at al-Islām, n.d.), 349.
57. *Al-Jumu'ah*, 62:5.

58. *Al-A'rāf*, 7:179.
59. al-Mu'taṣim, *Qawā'id al-Balāghah*, 349.
60. al-'Askarī, Abū Hilāl, al-Ḥasan ibn 'Abd Allāh ibn Sahl. *Al-Ṣinā'atayn*. Edited by 'Alī Muḥammad al-Bijāwī and Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm. Beirut: al-Maktabah al-'Anṣarīyah, 1419 AH, 353.
61. Ibn Rashīq, Abū 'Alī al-Ḥasan. *Al-'Umdah fī Maḥāsin al-Shi'r wa Ādābihi*. Edited by Muḥammad Muḥyī al-Dīn 'Abd al-Ḥamīd. 5th ed. Beirut: Dār al-Jīl, 1401 AH / 1981 CE. 1:277.
62. al-Bāqillānī, Abū Bakr Muḥammad ibn al-Ṭayyib. *I'jāz al-Qur'ān*. Edited by al-Sayyid Aḥmad Ṣaqr. 5th ed. Cairo: Dār al-Ma'ārif, 1997, 78.
63. al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn 'Abd al-Raḥmān ibn Abī Bakr. *Al-Itqān fī 'Ulūm al-Qur'ān*. Edited by Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm. Cairo: al-Hay'ah al-Miṣrīyah al-'Āmmah lil-Kitāb, 1394 AH / 1974 CE. 4:144.
64. *Al-Jumu'ah*, 62:5.
65. *Yūnus*, 10:24.
66. *Al-Nūr*, 24:35.
67. *Al-Nūr*, 24:39.
68. *Al-Nūr*, 24:40.
69. Ḥaqqānī, Abū Muḥammad 'Abd al-Ḥaqq. *Al-Bayān fī 'Ulūm al-Qur'ān*. (Karachi: Muḥammad Sa'īd & Sons, Qur'ān Maḥal, n.d.), 466.
70. Maṭlūb, *Mu'jam al-Muṣṭalaḥāt al-Balāghīyah wa Taṭawwuruhā*, 332.